سر گنگا رام (فادر آف لاہور)

سر گنگا رام کے آباؤ اجداد کا تعلق اتر پردیش کے ضلع مظفر نگر سے تھا مگر انیسویں صدی کی چوتھی دہائی کے لگ بھگ وہ ستلج پار کر کے صوبہ پنجاب میں آباد ہو گئے تھے جہاں سکھوں کی حکومت تھی۔ 13 اپریل 1851 کو، دولت رام کے گھر ایک بچے نے جنم لیا۔ اِس دن سکھوں میں بیساکھی کا تہوار منایا جا رہا تھا۔ دولت رام نے اپنے بیٹے کا نام گنگا رام رکھا۔ کچھ عرصے بعد ایک پولیس مقابلے میں دولت رام نے کچھ ڈاکوؤں کو گرفتار کیا۔ ڈاکوؤں کے ساتھیوں نے دولت رام کو دھمکی دی کہ اگر اس نے گرفتار شدگان کو رہا نہ کیا تو وہ اسے بیوی بچے سمیت قتل کر دیں گے۔ دولت رام نے فیصلہ کیا کہ اب اسے منگٹانوالا چھوڑ دینا چاہیے چنانچہ راتوں رات اپنے بیوی اور بچے کے ساتھ امرتسر پہنچ گیا۔ امرتسر میں دولت رام کو دوبارہ ملازمت مل گئی۔ گنگا رام کو سکول میں داخل کر دیا گیا جہاں اس نے میٹرک تک تعلیم حاصل کی۔ دولت رام نے فیصلہ کیا کہ گنگا رام کو اعلیٰ تعلیم کے لیے لاہور بھیج دیا جائے جہاں نیا قائم ہونے والا گورنمنٹ کالج تعلیم کے شعبے میں شہرت حاصل کر رہا تھا۔ 1869 میں گنگا رام گورنمنٹ کالج لاہور کا طالب علم بن گیا۔ اسی دوران چند ایسے واقعات پیش آئے جنھوں نے گنگا رام کی سوچ بدلنے میں اہم کردار ادا کیا۔ ایک واقعہ تو یہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ ایک دن ایک کنویں میں گر پڑے، اتفاقاً کسی شخص نے انھیں کنویں میں گرتا ہوا دیکھ لیا اور یوں انھیں بچا لیا گیا۔ گنگا رام نے اس حادثے کو الہامی اشارے سے تعبیر کیا اور اِن کے ذہن میں اِس خیال نے جنم لیا کہ اُنھیں کسی خاص مقصد کے لیے بچایا گیا ہے اور انھیں دنیا میں کوئی اہم کام سرانجام دینا ہے۔

دوسرا واقعہ یہ ہوا کہ وہ ایک دن اپنے ایک رشتہ دار سے ملنے کے لیے اُس کے دفتر گئے۔ اُن کے یہ رشتے دار ایگزیکٹو انجینئر لاہور کے دفتر میں ملازم تھے۔ گنگا رام تھوڑی دیر تو فرش پر بیٹھے اپنے رشتے دار کا انتظار کرتے رہے پھر فرش سے اُٹھ کر ایگزیکٹو انجینئر کی کرسی پر جا بیٹھے۔ گنگا رام کے رشتے دار دفتر میں داخل ہوئے تو گنگا رام کو اپنی کرسی پر بیٹھا دیکھ کر اُس پر سخت خفا ہوئے اور اُسے کرسی خالی کرنے کا حکم دیا۔

اُسی دن گنگا رام نے خود سے عہد کیا اور اُس سے مخاطب ہو کر کہا کہ آپ اِس کرسی کے لیے کیوں اتنے پریشان ہیں میں ایک دن اِس کرسی کو سنبھالوں گا اور اس کرسی پر اپنے حق کو ثابت کروں گا۔ نہ جانے یہ قبولیت کی کون سی گھڑی تھی کہ بعد میں گنگا رام 12 سال تک مسلسل اُس کرسی پر بیٹھے۔

1873 میں گنگا رام نے گولڈ میڈل کے ساتھ انجینئرنگ کا امتحان پاس کیا اور لاہور میں اسسٹنٹ انجینئر کے عہدے پر فائز ہو کر لاہور چلے آئے۔ ان کی تنخواہ ڈیڑھ سو روپے ماہانہ تھی۔ ان کی پوسٹنگ پنجاب کے مختلف شہروں میں ہوتی رہی۔ ان شہروں میں گورداس پور، امرتسر اور ڈیرہ غازی خان کے نام شامل ہیں۔ ڈیرہ غازی خان میں گنگا رام کی ملاقات ضلع کے ڈپٹی کمشنر سر رابرٹ سینڈمین سے ہوئی جو بہت جلد گنگا رام کی صلاحیتوں کے معترف بن گئے۔ سر رابرٹ سینڈمین نے گنگا رام کو انجینئرنگ کے شعبے کے علاوہ دیگر خدمات کے لیے بھی موزوں و مناسب جانا اور انھیں واٹر ورکس اور ڈرینج کے شعبے میں تربیت حاصل کرنے کے لیے انگلستان بھیج دیا۔

وطن واپسی پر حکومت ہند نے گنگا رام کو پشاور میں پانی کی فراہمی و نکاسی کے منصوبوں کی ذمہ داری سونپ دی بعدازاں انھیں انبالہ، کرنال اور گوجرانوالہ میں بھی ایسے ہی منصوبوں کی تکمیل کے مواقع ملے۔ دو ہی برس بعد وہ لاہور کے ایگزیکٹو انجینئر بنا دیے گئے۔ یہ وہی عہدہ تھا جس کی کرسی پر بیٹھنے پر اُن کے ایک رشتے دار نے انہیں بُرا بھلا کہا تھا۔ اب گنگا رام کی زندگی کے ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔

حکومت پنجاب کی سرپرستی کی وجہ سے سر گنگا رام نے ایک جانب لاہور کو جدید نوآبادیاتی فن تعمیر سے متعارف کروایا اور پوری مال روڈ کو شاندار عمارتوں سے بھر دیا، جن کی تفصیل پہلے بیان کی جا چکی ہے۔ بعدازاں انھوں نے پنجاب بھر میں زمین کی سیرابی کے لیے متعدد منصوبے تیار کیے اور ہزاروں ایکڑ پر پھیلی خشک زمینیں سونا اگلنے لگیں۔ انھوں نے نہر کے پانی کو بلندی تک لے جانے کے لیے پہلی مرتبہ بجلی سے چلنے والی موٹریں استعمال کیں۔ گنگا رام کے اس منصوبے کی بدولت 90 ہزار ایکڑ زمین سیراب ہوئی جو اُس وقت کی ہندوستان کی سب سے بڑی زرعی اراضی تھی۔ حکومت ہند نے گنگا رام کو رائے بہادر کے خطاب سے سرفراز کیا۔ ان کے کارناموں کا سفر مزید جاری رہتا مگر 1903 میں انھوں نے سرکاری نوکری سے سبکدوشی اختیار کی۔

وہ چند برس حکومت پٹیالہ کے ملازم رہے جہاں انھوں نے کئی فلاحی منصوبے پایہ تکمیل کو پہنچائے مگر وہ اپنی زندگی کو مکمل طور پر عوام کی فلاح کے لیے وقف کرنا چاہتے تھے چنانچہ چند ہی برس بعد وہ واپس لاہور آ گئے۔ اب اُن کا بیٹا سیوک رام بھی اُن کا ساتھ دینے کے قابل ہو چکا تھا۔

گنگا رام نے اپنے خوابوں کو تعبیر دینے کے لیے ضلع لائلپور (فیصل آباد) میں پانچ سو ایکڑ زمین خرید کر ایک گاؤں آباد کیا جسے گنگا پور کا نام دیا گیا۔ گنگا پور میں ہزاروں کی تعداد میں درخت لگائے گئے، فصلوں، سبزیوں اور چارہ کی پیداوار کے لیے آب و ہوا کے مطابق مقامی اور غیر ملکی بیجوں کے معیار پر خصوصی توجہ دی گئی۔ انھوں نے متعدد زرعی ممالک کے دورے کیے اور انگریزی، فرانسیسی اور کینیڈین گندم ایک ساتھ کاشت کرنے کا تجربہ کیا گیا۔ سبزیوں اور پھلوں کے بیجوں کی پیوندکاری سے ان کی کاشت میں بھی اضافہ ممکن ہوا اور کچھ نئے قسم کے پھل بھی وجود میں آئے۔ اس تجربہ گاہ میں افزائش حیوانات کے شعبے میں بھی نہایت مفید نتائج برآمد ہوئے۔ گنگا پور ہندوستان کا پہلا فارم تھا جہاں پر زرعی مشینری استعمال ہوئی تھی، یہاں بوائی سے زمین کی تیاری اور کٹائی تک اور باغبانی کے جدید طریقوں سے آلات تیار کیے جاتے تھے۔ یہ مقام قریب ترین ریلوے سٹیشن سے دو میل دور تھا۔ سر گنگا رام نے اسے ریلوے سٹیشن سے جوڑنے کے لیے دو فٹ چوڑی پٹری ڈالی جس پر چار ٹرالیوں کو ایک دوسرے سے جوڑ کر درمیانے سائز کے گھوڑوں کے ذریعے کھینچا جاتا تھا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ سو سال گزرنے کے باوجود یہ گھوڑا ٹرین آج بھی زیر استعمال ہے۔ سر گنگا رام بیوہ عورتوں کی دوسری شادی کی ضرورت کے قائل تھے۔ اس وقت ہندوستان بھر میں ڈھائی کروڑ سے زیادہ بیوہ عورتیں موجود تھیں۔ انھوں نے اس مقاصد کے لیے ایک خیراتی ٹرسٹ رجسٹرڈ کرایا اور اسے پہلے پنجاب وڈوری میرج ایسوسی ایشن کا نام دیا جس کا دائرہ بہت جلد ہندوستان بھر میں وسیع ہو گیا اور اسے پنجاب کے بجائے آل انڈیا وڈوری میرج ایسوسی ایشن کا نام دے دیا گیا۔ اس ایسوسی ایشن کے ذریعے چند ہی برس میں ہزارہا بیواؤں کی شادیاں ہوئیں اور وہ از سر نو زندگی گزارنے لگیں۔ جن بیوہ عورتوں کی شادی نہ ہو پاتی تھی ان کی فلاح کے لیے گنگا رام نے وڈو ہوم سکیم پیش کی جہاں انہیں تربیت دے کر اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے قابل بنایا جاتا تھا۔

اس تسلسل میں انھوں نے لاہور میں ایک انڈسٹریل سکول بھی قائم کیا۔ یہی وہ زمانہ تھا کہ جب خواجہ حسن نظامی نے کہا کہ تھا کہ اگر یہ ممکن ہوتا کہ ایک آدمی اپنی زندگی کسی دوسرے کو دے دے تو میں پہلا شخص ہوتا جو اپنی زندگی کے قیمتی سال سر گنگا رام کو دے دیتا تا کہ وہ طویل عمر تک زندہ رہیں اور بھارت کی مجبور خواتین کی فلاح کے لیے خدمات انجام دیتا رہے۔ 1922 میں گنگا رام کو سر کا خطاب عطا ہوا۔ اگلے برس انھوں نے اپنے نام سے ایک ٹرسٹ قائم کیا جسے چلانے اور کنٹرول کرنے کے لیے انھوں نے بڑی رقوم عطیہ کیں اور اپنی کئی ذاتی عالی شان عمارتیں اور جائیداد ٹرسٹ کے حوالے کیں، جس کی آمدنی سے یہ ٹرسٹ مسلسل چلتا رہا۔

1921 میں سر گنگا رام نے لاہور کے وسط میں ایک زمین خریدی تھی جہاں انہوں نے ایک خیراتی ڈسپنسری قائم کی تھی۔ گنگا رام ٹرسٹ قائم ہوا تو انھوں نے اس ڈسپنسری کو ایک ہسپتال کا درجہ دے دیا جو صوبے کا سب سے بڑا خیراتی ہسپتال بن گیا۔ آج بھی گنگا رام ہسپتال کو میو ہسپتال کے بعد لاہور کا سب سے بڑا ہسپتال تصور کیا جاتا ہے۔ اس ہسپتال کے زیر اہتمام لڑکیوں کا ایک میڈیکل کالج بھی قائم کیا گیا جو قیام پاکستان کے بعد فاطمہ جناح میڈیکل کالج میں ڈھل گیا۔ سر گنگا رام نوجوانوں کے لیے تجارت کو بہت اہم تصور کرتے تھے۔ اس مقصد کے لیے انھوں نے ایک کامرس کالج کا منصوبہ پیش کیا۔ جب یہ منصوبہ حکومت تک پہنچا تو اس نے یہ کہہ کر جان چھڑانی چاہی کہ منصوبہ تو بہت اچھا ہے مگر ہمارے پاس اسکے لیے زمین اور عمارت موجود نہیں۔ گنگا رام اِسی جواب کے انتظار میں تھے، انہوں نے فوری طور پر اپنا ایک گھر اِس مقصد کے لیے پیش کر دیا جہاں آج ہیلے کالج آف کامرس موجود ہے۔ 1925 میں سر گنگا رام نے دیوان کھیم چند کی مدد سے ماڈل ٹاؤن لاہور کی رہائشی سکیم کی بنیاد ڈالی جو اس وقت بھی لاہور کی بہترین رہائشی کالونی سمجھی جاتی ہے۔ اسی برس وہ امپیریل بینک آف انڈیا کے گورنر کے عہدے پر فائز کیے گئے۔

1927 میں سر گنگا رام رائے ایگری کلچرل کمیشن کے ممبر کے طور پر انگلستان گئے ہوئے تھے جہاں دن رات کام کرنے کی وجہ سے ان کی صحت بری طرح متاثر ہوئی اور بالآخر 10 جولائی 1927 کو لندن ہی میں ان کی وفات ہوگئی۔ ان کی آخری رسومات لندن ہی میں ادا کی گئیں۔

گنگا رام کی راکھ ہندوستان لائی گئی جہاں آدھی راکھ دریائے گنگا میں بہادی گئی اور باقی آدھی راکھ لاہور میں راوی روڈ پر معذور مردوں اور عمر رسیدہ عورتوں کے لیے قائم کیے گئے آشرموں کے درمیان ایک میدان میں دفن کردی گئی، جہاں سنگ مرمر کی ایک سمادھی تعمیر کی گئی۔ یہ سمادھی آج بھی موجود ہے اور اہل لاہور کو سر گنگا رام کی یاد دلاتی ہے۔ اُدھر 1951 میں بھارت کے دارالحکومت نئی دہلی میں سر گنگا رام کی یاد میں ایک ہسپتال کا قیام عمل میں آیا جس کا سنگ بنیاد وزیراعظم پنڈت جواہر لعل نہرو نے رکھا۔

اُردو کے ممتاز ادیب مستنصر حسین تارڑ نے اپنی کتاب ''لاہور آوارگی'' میں گنگا رام کے بارے میں ایک تفصیلی باب ''فادر آف لاہور'' کے نام سے لکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ آج کا لاہور اسی ایک شخص کی ناقابل یقین کوششوں سے وجود میں آیا۔ گنگا رام اپنے کارناموں اور دنیاوی بھلائی کے حوالے سے ایک داستانوی کردار لگتا ہے۔ ان کی موت پر گورنر پنجاب نے خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا تھا کہ وہ ایک بہادر ہیرو کی مانند ہمیشہ ہر شے کو تسخیر کر لیتا تھا اور ایک مقدس یا صوفی کی مانند اپنی دولت لوگوں میں بانٹ دیتا تھا۔

آج گنگا رام کا پڑپوتا ڈاکٹر آشون رام جارجیا کے ایک کالج میں پروفیسر ہے اور ان کی پڑپوتی شیلا ایک بیرونس برطانیہ میں پڑھاتی ہیں اور سیاست میں متحرک ہے۔

بابری مسجد کے ردعمل میں جہاں بہت سے ہندو اور جین مندر اور گرودوارے مسمار کیئے گئے وہاں لاہور کے سب سے بڑے محسن سر گنگا رام کی سمادھی کی بھی شامت آ گئی۔ ان کی پڑپوتی شیلا نے لاہور آ کر اسے دوبارہ تعمیر کیا بلکہ گنگا رام ہسپتال کیلئے بھی ایک خطیر رقم وقف کردی۔

یہ سچ ہے کہ سر گنگا رام نے اس شہر کو بے مثال بنایا اور بادشاہوں سے بڑھ کر مخلوقِ خدا کی فلاح کیلئے کام کیئے۔ سر گنگا رام جیسے لوگوں کیلئے ہی کہا گیا ہے کہ:

ہیں لوگ وہی جہاں میں اچھے
آتے ہیں جو کام دوسروں کے